ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

خودی اور فلسفۂ سیاست(۳)

صحیح اور پائیدار ریاست کی علامت

ریاستیں دو ہی قسم کی ہو سکتی ہیں۔ یا تو کوئی ریاست خدا کے تصوّر پر مبنی ہو گی یا خدا کے کسی قائم مقام غلط اور ناقص تصور پر مبنی ہو گی۔ چونکہ ریاست کے وجود کا باعث ہی خدا کی محبّت کا جذبہ ہے جو خودی کی پُوری فطرت ہے، ظاہر ہے کہ وہی ریاست اپنے فطری مقصد کو پُورا کر سکے گی، وہی ریاست ارتقا کی منزل مقصود ہو گی اور وہی ریاست زندہ اور قائم رہے گی جس کے سارے اعمال و افعال بالارادہ اور علی الاعلان خدا کی محبّت کی خاطر خدا کی محبّت کے سرچشمہ سے پھوٹیں گے، اور جس کے پیشِ نظر اپنے اندر اور باہر خدا کی محبت اور اُس کے خارجی عملی اظہار کو فروغ دینے کے سوائے کوئی دوسرا مقصد نہ ہو گا اور اگر ہو گا تو اس مقصد کے ماتحت اس کے حصول کے ایک ذریعہ کے طور پر ہو گا۔

ریاست کے غلط نظریہ کے نقصانات۔ ناپائیداری

جب کوئی ریاست کسی غلط یا ناقص نصب العین پر، مثلاً کسی جغرافیائی، لسانی یا نسلی قومیت یا وطنیت پر، یا کسی بے خدا غلط فلسفہ پر مبنی ہو جائے تو اس نادانی کے لیے اُسے شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ریاست پائیدار نہیں ہوتی اور ارتقاء کے عوامل اُسے زُود یا بدیر اپنی پے بہ پے ٹھوکروں سے نیست و نابود کر کے اُس پائیدار عالمگیر ریاست کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں جو خدا کے نصب العین پر مبنی ہو گی۔ ایک غلط نصب العین پر قائم ہونے والی ریاست اُس مجرم کی طرح ہے جسے موت کا حکم سنا دیا گیا ہو لیکن حکم کے نافذ ہونے میں ابھی کچھ دن یا

مہینے یا سال باقی ہوں۔ گویا ایسی ریاست کے لیے قرآن حکیم کے الفاظ میں خدا کا یہ حکم صادر ہو جاتا ہے: قُلْ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ○ (اے پیغمبر کہیے کہ تھوڑے عرصہ کے لیے فائدہ اُٹھا لو، پھر اپنے جرم کی سزا کے لیے تیار ہو جاؤ، کیونکہ تم مجرم ہو۔) ایسی ریاست کئی صدیوں تک بھی زندہ رہے تو اپنی آنے والی تباہی کو روک نہیں سکتی۔ اس کتاب میں "خودی اور عمل تاریخ" کے عنوان کے ماتحت بالتفصیل عرض کیا گیا ہے کہ ایک غلط نصب العین پر قائم ہونے والی ریاست کیوں مٹ جاتی ہے اور اُس کے مٹنے کا عمل کون سے مرحلوں میں سے گزرتا ہے۔

پست اور غلط اخلاقی معیار

چونکہ ایک غلط نصب العین میں خدا کی صفات درحقیقت موجود نہیں ہوتیں اور صرف غلطی سے اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں، لہٰذا جو قوم اس سے محبّت کرتی ہے اور اُسے اپنی ریاست کی بنیاد بناتی ہے، اُسے دوسرا بڑا نقصان یہ بھگتنا پڑتا ہے کہ وہ زندگی اور اُس کی اقدار اور اس کے مقاصد کے متعلق ایک غلط نقطۂ نظر اختیار کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اُس کے افراد کی آرزوئے حسن، جو صرف خدا کی محبّت سے تشفی حاصل کر سکتی ہے، مکمل طور پر مطمئن نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا غلط تصورِ حسن اس آرزو سے مزاحمت کرتا ہے اور اُن کی محبّت کو اپنی طرف مبذول کر کے غلط راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسری قوموں کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت سچائی، انصاف، دیانتداری، آزادی، مساوات، اخوت اور نیکی ایسی اخلاقی اقدار کے متعلق اس ریاست کا تصوّر مضحکہ خیز حد تک غلط، جانبدارانہ اور تنگ دلانہ ہو جاتا ہے۔ وہ یہ جاننے سے قاصر رہ جاتی ہے کہ عملی طور پر ان اقدار کے صحیح تقاضے کیا ہیں۔ اپنی بہترین کوششوں اور بہترین نیّتوں کے باوجود اس قوم کے افکار و اعمال کی ندی غلط مقاصد کی سمت میں بہہ نکلتی ہے۔ وہ ان چیزوں کو ناپسند کرتی ہے جو درحقیقت پسندیدہ اور قابلِ ستائش ہیں اور اُن چیزوں کو پسند کرتی ہے جو درحقیقت ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت ہیں۔

اخلاقی اقدار اور کردار کا منبع فقط ایک ہے اور وہ خدا کی محبت ہے۔ سچی نیکی اور اصلی سچائی وہ پھل اور پھول ہیں جو خدا کی محبّت کے درخت پر نمودار ہوتے ہیں۔ اصلی پھل اور پھول اُن کے اپنے ہرے بھرے درخت پر ہی مل سکتے ہیں، لیکن کاغذ کے بنے ہوئے نقلی پھول اور پھل، جو لذّت اور

خوشبو سے عاری ہیں، ہر جگہ بل جاتے ہیں۔ جو فرد یا جماعت خدا کی سچی محبّت سے محروم ہو اُس سے اصلی نیکی، سچائی یا انصاف کی توقع عبث ہے۔ ہر ضابطۂ اخلاق کسی نصب العین سے پیدا ہوتا ہے، لہٰذا ہر نصب العین کا قانون اخلاق جدا ہوتا ہے۔ غلط نصب العین سے پیدا ہونے والا قانونِ اخلاق وہ نہیں ہو سکتا جو صحیح نصب العین سے پیدا ہوتا ہے اگرچہ اُس کے لیے بھی وہی نام رکھ لیے جائیں اور وہی اصطلاحات کام میں لائی جائیں۔ ہر غلط نصب العین کی نیکی الگ ہوتی ہے جو اُس کی سرشت اور اس کے تقاضوں کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ دنیا میں گھٹیا قسم کی سچائی اور گھٹیا قسم کے عدل یا انصاف کی اتنی ہی قسمیں ہیں جتنے کہ غلط نصب العین۔ یہی سبب ہے کہ مختلف غلط نصب العینوں کو چاہنے والی قومیں ان اقدار کے مفہوم یا معنی پر متفق نہیں ہو سکتیں، اور عین اُس وقت جب اُن میں سے ہر ایک دوسری کے گلے کاٹ رہی ہوتی ہے ہر ایک نہایت دیانت داری اور اخلاص کے ساتھ یہ یقین رکھتی ہے کہ وہ نیکی، انصاف اور سچائی کے لیے ایسا کر رہی ہے۔ صحیح نصب العین ایک ہے لیکن غلط نصب العین بہت سے ہوتے ہیں، جن میں سے ہر ایک اپنا الگ ضابطۂ اخلاق رکھتا ہے اور تمنّا رکھتا ہے کہ اُسے غیر محدود وسعت اور قوّت حاصل ہوتی چلی جائے اور اُس کے اخلاقی قانون کو دنیا بھر میں قبول کیا جائے، تاکہ جو عظمت اُس کی طرف منسوب کی جا رہی ہے وہ آشکار ہو اور غیروں کو بھی سچ مچ کی ایک حقیقت نظر آئے۔ نتیجہ یہ ہے کہ غلط نصب العینوں پر قائم ہونے والی ریاستیں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ مخفی یا آشکار طور پر برسرِ پیکار رہتی ہیں اور وقت پا کر بڑے پیمانہ پر تباہی لانے والے اسلحہ سے مسلح ہو کر ایک دوسرے کے خلاف میدانِ جنگ میں اترتی ہیں اور تباہی اور خونریزی کا بازار گرم کرتی ہیں۔

کمزوروں پر ظلم

چونکہ غلط نصب العین پر قائم ہونے والی ریاست کسی بلند عالمگیر اخلاقی قانون کی پابند نہیں ہوتی بلکہ اپنا قانونِ اخلاق فقط اپنے محدود اور تنگ ظرف نصب العین سے اخذ کرتی ہے، اس کے نزدیک ہر ایسا فعل درست ہوتا ہے، خواہ وہ کیسا ہی مذموم ہو، جس سے اس کو کوئی مادی یا اقتصادی فائدہ پہنچتا ہو یا اُس کے حلقۂ اثر و اقتدار میں کوئی وسعت پیدا ہوتی ہو۔ لہٰذا وہ کمزور قوموں کے خلاف

مخفی یا آشکار طور پر ہر قسم کی جارحانہ کارروائیاں کرنے میں دلیر ہوتی ہے اور ان کو محکوم بنانے اور محکوم رکھنے کے لیے، بلکہ اگر ضرورت ہو تو اُن کو نیست و نابود کرنے یا کروانے کے لیے طرح طرح کے مظالم ڈھانا روا رکھتی ہے۔ اور اس غرض کے لیے فوج اور پولیس کی قوت تعمیر کرتی ہے اور دار و رسن اور زندان و سلاسل کی سزاؤں سے کام لیتی ہے۔ یہ قاہری جس میں عدل کے تقاضوں کو، جنہیں خدا دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے، نظر انداز کر دیا جاتا ہے، کافری سے کم نہیں۔ جب ضابطۂ اخلاق یا امر و نہی کا منبع خدا نہیں بلکہ کوئی اور غلط نصب العین ہو گا تو اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ طاقتور کمزور پر ظلم روا رکھے گا۔ اس دنیا میں حکومت (آمری) تسلّط اور غلبہ (قاہری) کے بغیر ممکن نہیں لیکن حکومت جب خدا کے سوائے کسی اور کی ہو تو وہ کفر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سروری خدا ہی کو زیب دیتی ہے، خدا کے بندوں کو زیب نہیں دیتی۔ البتہ خدا کے بندے خدا کے نائب بن کر خدا کی طرف سے حکومت کر سکتے ہیں۔ قرآن میں الملک (بادشاہ) خدا کی ایک صفت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اونچی شان والا سچا بادشاہ فقط خدا ہے: فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ (المؤمنون: ۱۱۶) خدا کے علاوہ تمام انسانی بادشاہ فقط بُت ہیں، جن کو ہم پرستش کے لیے کھڑا کر لیتے ہیں۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری!

غیرِ حق چوں ناہی و آمر شود
زور ور بر ناتواں قاہر شود
زیرِ گردوں آمری از قاہری است
آمری از ماسوی اللہ کافری است

اصلی حاکم وہی ہے جو جبر سے کام نہ لے بلکہ لوگوں کی رضامندی سے حکومت کرے۔ قوّت کے استعمال سے حکومت کرنا ڈاکوؤں کا کام ہے۔

فوج و زندان و سلاسل رہزنی است
او ست حاکم کز چنیں ساماں غنی است

انتشار اور ضعف

پھر غلط نصب العین کو چاہنے والی قوم کبھی اس سے پوری طرح محبت نہیں کر سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی، حسن اور صداقت کی محبّت کا فطری جذبہ غلط نصب العین کی محبّت سے ٹکراتا ہے اور اُسے کمال پر پہنچنے نہیں دیتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط نصب العین کو چاہنے والی قوم پوری طرح سے متحدّ اور منظّم نہیں ہو سکتی اور اپنی پوری قوت کے ساتھ نصب العین کے لیے کام نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اپنی ترقی اور خوش حالی کی ممکن انتہاؤں تک نہیں پہنچ سکتی۔

غلامی سے رضامندی

کسی غلط نصب العین پر قائم ہونے والی ریاست کے لیے کبھی ممکن نہیں ہوتا کہ وہ فرد کو سچی آزادی سے بہرہ ور کر سکے۔ ایسی ریاست کے ماتحت زندگی بسر کرنے والا فرد بظاہر آزاد ہوتا ہے لیکن درحقیقت اپنے غلط نصب العین کا، جو اُس کی فطرت سے مطابقت نہیں رکھتا، غلام ہوتا ہے، اگرچہ وہ اپنی غلط تعلیم کی وجہ سے اپنی غلامی سے راضی بھی ہوتا ہے۔ اگر فرد اپنی ایک ہی آرزو یعنی خدا کی محبّت اور اطاعت کی آرزو کی تشفی کرنے کے لیے آزاد نہیں تو اُس کی آزادی کا کچھ مطلب نہیں۔ اگر وہ اپنے آپ کے لیے آزاد نہیں تو پھر کس کے لیے آزاد ہے۔ لیکن اس قسم کی ریاست میں ایسی خارجی قوتیں موجود ہوتی ہیں جو فرد کی اس آرزو کو پورا ہونے نہیں دیتیں۔ ایک تو اس میں ایسے قوانین نافذ ہوتے ہیں جو اُسے اپنی فطری آرزوؤں کے خلاف کام کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں اور پھر اس میں فرد ایسے تعلیمی اور اخلاقی ماحول سے گھرا ہوا ہوتا ہے جو بتدریج اُس کی فطری آرزوؤں کو ہی بدل دیتا ہے۔ جو چیز پہلے اُس کی نگاہ میں اچھی ہوتی ہے وہ اُسے بُری نظر آنے لگتی ہے اور جو چیز پہلے بُری ہوتی ہے وہ اُسے اچھی نظر آنے لگتی ہے۔

تھا جو ناخوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

لہٰذا اس کی بصیرت ناقابلِ اعتماد ہو جاتی ہے۔

بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا!

آخرت کا عذاب

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایمان و عمل کی اس دولت سے بھی محروم ہو جاتا ہے جو اُسے موت کے بعد کی زندگی میں خدا کے عذاب سے بچا کر راحت اور آسودگی سے بہرہ ور کر سکتی ہے اور یہ نقصان بھی اتنا بڑا ہے کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ گویا ایک غلط نصب العین پر قائم ہونے والی ریاست اس بات کا اہتمام تو کرتی ہے کہ فرد کی زندگی خوشحالی سے گزرے لیکن اس بات کو نہیں جانتی کہ فرد کی زندگی موت پر ختم نہیں ہوتی بلکہ زندگی کا بڑا حصّہ موت کے بعد شروع ہوتا ہے اور اس حصّۂ زندگی کی خوشحالی کا اہتمام یہ تقاضا کرتا ہے کہ فرد کو اس بات کا موقع دیا جائے اور ایسی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں کہ وہ مرنے سے پہلے اپنی آرزوئے حُسن کی پُوری پوری تشفّی اور اپنی شخصیّت کی پوری تکمیل کر کے اس بات کا یقین کرے کہ وہ موت کے بعد زندہ رہے گا اور اُس کے مُحاسبۂ اعمال کا نتیجہ اُس کے خلاف نہیں بلکہ اُس کے حق میں ہو گا۔

اختصار

حاصل یہ ہے کہ اُس ریاست کے افراد جو ایک غلط نصب العین پر قائم ہوتی ہے ہر لحاظ سے ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔ دنیا میں اُن کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہوتا کہ وہ اپنے غلط نصب العین کی پیروی میں ایک غلط قسم کی اخلاقی زندگی بسر کریں' اپنے جھوٹے معبود کے غلط تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہر قسم کی فریب کاری' بد دیانتی اور غرض پرستی سے کام لیں' ہر قسم کی بدنی اور ذہنی صعوبتیں برداشت کریں' بڑی بڑی قربانیاں کریں' بڑی بڑی محنتیں اٹھائیں' بڑی بڑی کاوشیں مول لیں اور اپنی اولادوں کو اس کی خدمت کے لیے بڑی بڑی تکلیفیں جھیل کر پالیں اور تربیت دیں۔ لیکن اس ساری تگ و دَو کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اُن کا جھوٹا معبود خود اُن سے رخصت ہو جاتا ہے اور اُن کو ذلّت کی موت مرنے کے لیے چھوڑ جاتا ہے۔ اور بات یہیں

پر ختم نہیں ہوتی بلکہ جس طرح سے وہ دنیا میں راہ گم کردہ ہوتے ہیں آخرت میں بھی ہوتے ہیں اور اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگت کر رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں ہی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس دنیا کی زندگی میں اندھا ہو کر رہے گا وہ بعد از مرگ زندگی میں بھی اندھا ہی رہے گا، بلکہ راستہ سے اور دُور ہو جائے گا: وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۲)

اس کے برعکس خدا کا صحیح اور خالص اسلامی عقیدہ چونکہ تمام نقائص اور شرک کے شوائب سے پاک ہوتا ہے، وہ ایک نصب العین کی حیثیت سے ناپائدار نہیں ہوتا۔ اور جو قوم اس سے وابستہ ہوتی ہے وہ بھی ناپائدار نہیں ہوتی۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ خدا اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اُن کے مضبوط اور پائدار عقیدہ کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں مضبوطی سے قائم رکھتا ہے: يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم: ۲۷) اور پھر ارشاد ہوا ہے کہ جو شخص معبودانِ باطل کا انکار کر کے خدا پر ایمان لائے گا وہ یقیناً ایک ایسے مضبوط حلقے کو تھام لے گا جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا: فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (البقرہ: ۲۵۶)

خدا نے توحید کے پاکیزہ تصوّر کو ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی ہے جس کی جڑیں مضبوط ہوں اور شاخیں آسمان تک بلند ہوں اور جو خدا کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل دیتا رہے: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا (ابراہیم: ۲۴، ۲۵) اگرچہ ضروری ہے کہ ایسی قوم عارضی عروج پانے والی غلط نصب العینوں کی پرستار جماعتوں کی مخالفت اور چیرہ دستی کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لیے اپنی قوّت کی کمی بیشی کے ادوار میں سے گزرتی رہے، تاہم وہ گاہ بگاہ سخت مشکل حالات سے دوچار ہونے کے باوجود زندہ رہتی ہے اور اپنے نصب العین کی اندرونی قوت، پاکیزگی اور کاملیّت کی وجہ سے اُس کی زندگی کبھی خطرہ میں نہیں ہوتی۔ اگر اُسے ایک مقام پر دبایا یا کمزور کیا جائے تو وہ کسی دوسرے مقام پر ابھرتی اور طاقتور ہوتی ہے، سورج کی طرح کہ اِدھر سے ڈوبتا ہے اور اُدھر سے نکل آتا ہے۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے !

اور آخرِ کار تمام مشکلات سے عبور پا کر اپنی پوری شان و شوکت کو پہنچتی ہے اور دنیا بھر میں پھیل جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی قوم زندہ رہنے کے لیے اور زندہ رہ کر مقاصدِ ارتقاء کو پورا کرنے کے لیے وجود میں آتی ہے، مٹنے کے لیے وجود میں نہیں آتی۔ چونکہ وہ حاصل کائنات ہوتی ہے اس کا مٹنا پوری کائنات کے مٹنے کے مترادف ہوتا ہے۔

گرچہ مثل غنچہ دلگیریم ما
گلستاں میرد اگر میریم ما

امتِ مسلمہ کا امتیاز

مسلمان قوم کا نصب العین خدا کا خالص، صحیح اور سچا عقیدہ ہے جو شرک کی تمام آلائشوں سے پاک ہو۔ اور خدا کا اس قسم کا عقیدہ صرف مسلمان قوم ہی کا امتیاز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان قوم اب تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ خدا کے احکام کا پابند رہے گا۔ وہ لوگ جو اُن کو چھوڑ دیں گے یا وہ لوگ جو اُن کی مخالفت کریں گے اُن کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور وہ اسی حالت میں ہوں گے: لا یزال مِن اُمّتی امة قائمة بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتّٰی یاتی امر اللہ علی ذلک (ترمذی) یہی وجہ ہے کہ ہر شدید حادثہ جو مسلمان قوم کو پیش آیا اُن کی ہستی کو مٹانے کی بجائے اُن کے لیے رحمت ثابت ہوا اور اُن کے لیے مزید قوت کا سامان بن گیا۔ انقلابِ زمانہ کے شعلے جب بھی اُن کے باغ تک پہنچے تو اس باغ کے لیے بہار بن گئے۔

شعلہ ہائے انقلابِ روزگار
چوں بباغِ ما رسد گردد بہار

مثلاً غیر مسلم تاتاریوں کے حملوں نے مسلمانوں کے لیے جو آتش نمرود جلائی تھی وہ اُن کے لیے گلزار بن گئی اور خدا نے ان غیر مسلم حملہ آوروں کو مسلمان بنا کر کعبے کی پاسبانی کے لیے مقرر فرما دیا:

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
آتش تاتاریاں گلزار کیست
شعلہ ہائے او گُل دستار کیست

آخر اگر تاریخ کے بڑے بڑے حادثات سے رومیوں، ساسانیوں اور یونانیوں کی ہستی مٹ گئی ہے تو ان حادثات کے باوجود مسلمانوں کی ہستی کیوں نہیں مٹ سکی۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مسلمان قوم خود حرکتِ ارتقاء کا مقصود ہے اور ارتقاء کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی کو قائم رکھنے اور دنیا میں غالب کرنے کے لیے اور قوموں کو مٹایا جا رہا ہے۔ اقبال اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

مسلمان فرد کا کردار

ایک فردِ انسانی جو خدا کا صحیح عقیدہ رکھتا ہے اور خدا سے سچی اور مخلصانہ محبّت رکھتا ہے وہ زندگی اور اس کی اقدار کے متعلّق ایک صحیح نقطۂ نظر سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ وہ جو بات سوچتا، کہتا اور کرتا ہے۔ وہ صحیح ہوتی ہے کیونکہ اُس کا منبع یا مصدر صحیح ہوتا ہے۔ وہ ان باتوں کو پسند کرتا ہے جنہیں خدا پسند کرتا ہے اور ان باتوں کو ناپسند کرتا ہے جنہیں خدا ناپسند کرتا ہے۔ لہٰذا وہ ہر اُس خیال، قول اور فعل سے محبّت کرتا ہے جو درحقیقت محبّت کرنے کے قابل ہوتا ہے اور ہر اُس خیال، قول اور فعل سے نفرت کرتا ہے جو درحقیقت نفرت کے قابل ہوتا ہے۔ وہی جان سکتا ہے کہ نیکی، سچائی، انصاف، مساوات، اخوت، آزادی اور ترقی ایسی اصطلاحات کے صحیح معنی کیا ہیں۔ چونکہ اس کا نصب العین تمام نقائص سے پاک ہوتا ہے اور وہ اس میں کوئی کمی یا نقص نہیں پاتا، لہٰذا اس سے مکمل اور مستقل طور

پر محبّت کرسکتا ہے۔ چونکہ خدا کی عبادت اور اطاعت سے اُس کی محبّت کا سوز ہر لحہ ترقی کرتا جاتا ہے اُسے یہ محسوس کر کے راحت ہوتی ہے کہ اس کا نصب العین اُسے ہر لمحہ پہلے سے زیادہ حسین اور زیادہ دلکش نظر آتا ہے۔ چونکہ اس کی محبّت اس کی فطرت کے مطابق ہوتی ہے اور آسانی سے کامیاب ہوتی جاتی ہے محبت کی اس کامیابی سے اُسے اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کی ذہنی بیماریوں اور پریشانیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کی شخصیت ترقی یافتہ، متحّد، منظّم، طاقتور اور دلیر ہو جاتی ہے۔

اسلامی ریاست کا کردار

جب اس قسم کے افراد ایک منظّم جماعت یا ریاست کی صورت میں متحد ہوتے ہیں، جیسا کہ اُن کو آخر کار ہونا ہی ہوتا ہے، تو زندگی اور اُس کی اَقدار کے متعلق اُس ریاست کے افراد کی طرح ریاست کا نقطۂ نظر بھی درست ہوتا ہے۔ ایسی ریاست اس قابل ہوتی ہے کہ اپنی عملی زندگی میں حُسن، نیکی اور صداقت کی تمام صفات کا اظہار اُن کی پوری ہم آہنگی کے ساتھ اور مکمل اور مستقل طور پر کرتی رہے۔ جُوں جُوں وقت گزرتا جاتا ہے یہ صفات ریاست کی عملی زندگی کے مختلف شعبوں، یعنی سیاسی، اخلاقی، اقتصادی، قانونی، تعلیمی، اطلاعاتی، علمی، اور فوجی شعبوں میں زیادہ سے زیادہ منعکس ہوتی جاتی ہیں۔ ایسی ریاست میں کوئی اقتصادی، اخلاقی، مذہبی، سماجی اور سیاسی ناہمواریاں نہیں ہو سکتیں۔ اس کے افراد آزادی اور مساوات کی نعمتوں سے خود بہرہ ور ہوتے ہیں اور دوسروں کو مستفید کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ وہ ان تمام قوتوں سے محفوظ ہوتے ہیں جو فرد کی آزادی کے ساتھ مزاحمت کرتی ہیں۔ مثلاً اُن کے لیے کوئی ایسے قوانین نہیں ہوتے جو اُن کو اُن کی مرضی کے خلاف کام کرنے کے لیے مجبور کریں، کیونکہ صحیح تعلیم کے ذریعہ سے اُن کی مرضیاں صحیح ہو جاتی ہیں اور قانون ان صحیح مرضیوں کے مطابق بنایا جاتا ہے۔ پھر اس ریاست میں کوئی تعلیمی یا سماجی اثرات ایسے نہیں ہوتے جو ان کو بالواسطہ اور اُن کے جانے کے بغیر اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اپنی کوئی ایسی مرضی پیدا کریں جو اُن کی فطرت کی آرزوئے حُسن کے خلاف ہو۔ جُوں جُوں اُس کے افراد میں خدا کی عبادت، اطاعت اور ستائش کا ذوق بڑھتا جاتا ہے اور ذکر و فکر اور آیات اللہ یا مظاہرِ قدرت کے مطالعہ میں اُن کا انہماک ترقی

کرتا جاتا ہے، اپنے نصب العین کے لیے اُن کی محبت بھی ترقی کرتی جاتی ہے اور ریاست کا اندرونی اتحاد اور اتفاق بھی بڑھتا جاتا ہے اور اُس کی قوت اور جدوجہد کی صلاحیت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے یہ سب اوصاف درجۂ کمال پر پہنچ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ریاست ایسے افراد کی ایک طاقتور مملکت بن جاتی ہے جو نہایت ہی خوشحال، خوش بخت، مسرور اور مطمئن ہوتے ہیں۔ اُن کا عقیدۂ توحید اُن کی مکمل اور مستقل قوت، طاقت اور راحت کا ضامن ہوتا ہے۔

ملتے چوں مے شود توحید مست
قوت و جبروت مے آرد بدست
فرد از توحید لاہوتی شود
ملت از توحید جبروتی شود
ہر دو از توحید مے گیرد کمال
زندگی ایں را جلال، آں را جمال

مستقبل کی عالمگیر ریاست ایک اسلامی ریاست ہوگی

ضروری بات ہے کہ ایسی ریاست بتدریج لیکن یقینی طور پر ایک وفاق یا فیڈریشن کی صورت میں دنیا کے کناروں تک پھیل جائے اور تمام نوعِ انسانی پر محیط ہو جائے اور اس طرح قوموں کی باہمی کش مکش میں آخری فتح پانے والی اور شورشِ اقوام کو خاموش کرنے والی ریاست ثابت ہو۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے عقیدہ پر مبنی ہوگی جو انسان کی پوری فطرت کا ایک ہی تقاضا ہے۔ جو انسان کو مکمل اور مستقل طور پر مطمئن کر سکتا ہے اور جو تمام اندرونی نقائص اور تضادات سے مبرا ہونے کی وجہ سے پائیدار اور لازوال ہے۔ وہ ایسے خارجی اوصاف پر مبنی نہیں ہوگی جو عالمگیر نہ ہو سکیں اور اُس کی وسعت کو محدود کر دیں مثلاً جغرافیائی حدود، نسل، زبان یا رنگ، بلکہ وہ ایک ایسے عقیدہ پر مبنی ہوگی جو ہر انسان کے دل میں موجود ہو سکتا ہے اور جسے پوری نسل انسانی اپنانا چاہتی ہے۔ اُس کی حفاظت کا ذمہ لینے والے سپاہیوں کو موت سے ایسی ہی محبت ہوگی جیسی کہ ریاست کے دشمنوں اور مخالفوں کو زندگی سے۔ لہٰذا اُن کی بے نظیر جرأت اور حوصلہ مندی ریاست کی حفاظت کی ضمانت

ہوگی اور پھر ماضی اور مستقبل کے تمام طبیعیاتی، حیاتیاتی اور نفسیاتی حقائق اُس کے نصب العین یعنی عقیدۂ توحید کی عقلی اور علمی تائید اور حمایت کریں گے جس کی وجہ سے وہ مخالفوں کے دلوں کو کشش کرے گا اور ریاست کی پیہم توسیع کا باعث ہوگا۔

بقیہ : مطالعۂ قرآن حکیم

ہیں اور وہ فریق مخالف کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں کہ جس طرح چاہے اُن کا قیمہ بناڈالے۔

آخر میں اس پوری صورتِ حال کا سبب بیان ہوا کہ اُن کا یہ حشر اس لیے ہوا کہ وہ بڑے فخر و غرور اور دبدبے اور طنطنے کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ؐ کے مقابلے پر آئے تھے اور جو اللہ اور اس ...... رسول ؐ کے مقابلے پر آئے، اس کے حق میں اللہ بہت سخت ہے۔

آخری آیت میں رُوئے سخن کفارِ مکّہ کی جانب ہے کہ لو! بدر کی اس شکستِ فاش کی صورت میں عذابِ خداوندی کی یہ پہلی قسط تو نقد وصول کر لو، اور آئندہ سے شدید تر سزاؤں کے لیے تیار رہو ـــــ اور حقیقتاً دُنیا کی تو کوئی سزا بھی تمہارے جرم کے برابر نہیں ہو سکتی۔ تمہارے کفر و اعراض اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت و عداوت ایسے عظیم جرائم کی بھرپور سزا تو صرف دوزخ کی آگ ہے جو تمہارے لیے بالکل محفوظ ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

بقیہ : تبصرۂ کتب

کی اصل جان ہے جس میں عتیق صاحب نے نہ صرف تاریخی لٹریچر کے لئے واضح اصول دئے ہیں بلکہ لکیر کا فقیر بننے کے بجائے طلبِ علم کی راہ اختیار کرنے کا صائب مشورہ بھی دیا ہے اور اہل علم و دانش کو ترغیب دی ہے کہ وہ کمر ہمت باندھ کر علمی ذخائر بالخصوص تاریخی ذخیرہ کو کھنگالیں اور امت کے سامنے سچا اور سچا ریکارڈ لائیں۔

اس کے بعد اصل کتاب کے بارہ ابواب ہیں۔ معاملہ کی ابتدا سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت سے کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد کے اہم تاریخی واقعات کا ذکر کرنے کے بعد مؤلف نے شہادت حضرت حسین ؓ کے واقعے کا صحیح پس منظر اور شہادت کے بعد واقعات کا ٹھیک ٹھیک جائزہ پیش کیا ہے کہ اس ضمن میں معروف کہانیاں کیا ہیں اور اصل حقیقت کیا ہے؟ الغرض صدیوں کے گرد و غبار کو دور کرنے کی مخلصانہ ' مومنانہ اور سنجیدہ کوشش ہے۔ زبان و قلم کی شائستگی ' دلائل کی مضبوطی اور درست نتائج کا استخراج اس کتاب کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ صاف ستھرے انداز سے شائع شدہ کتاب کی قیمت انتہائی واجبی ہے اور ہمارے خیال میں ہر مسلمان پر اس کا مطالعہ لازم ہے۔